خواجہ مسعود بکؒ بے باک صوفی شاعر

ڈاکٹر بابر نسیم آسی، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ فارسی، جی سی یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر فرزانہ ریاض، وزٹنگ فیکلٹی، شعبۂ اردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

Khawaja Masood Bick (RA) was a renowned sufi of the Chishtia order. He was the disciple of Sheikh Rukn-ud-din bin Shahab-ud-din. He lived a grand early life. But when he bade farewell to such life, he became a dervesh and a state of Jazb-o-Masti, rapture & ecstasy, took him over. He was always in this state and revealed the divine secrets. His Persian poetry and prose speaks of Gnosticism and "Wahdat-ul-Wujud" (Panthiesm).

احمد بن محمد نخشی بخاری ھندی متخلص بہ مسعود[۱] سلطان فیروز شاہ (ف ۷۹۰ھ) کے عزیز تھے اور اسی بنا پر بخاری کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔[۲] صاحب نزھۃ الخواطر لکھتے ہیں کہ ان کا نام شیر خان تھا اور مسعود بیگ سے معروف تھے۔ انہوں نے ابتدائی زندگی بڑی شان وشوکت اور مرفہ الحالی میں بسر کی اور کچھ ماوراالنہر پر حکومت بھی کی۔[۳] لیکن ساری عیش وعشرت کو چھوڑ کر شیخ رکن الدین بن شہاب الدین دھلویؒ کی بیعت کر لی اور ترک و تجرید میں رتبۂ کمال کو پہنچے۔ ''نزھۃ الخواطر'' کی عبارت ہے:

''الشیخ الفاضل الصالح شیر خان الحنفی الصوفی الدھلوی المشھور بمسعود بیگ کان من عشیرۃ السطان فیروز شاہ الدھلوی صرف شطراً من عمرہ فی الغنی و الا مارۃ ثم ترک الاشتغال بما لا یعنیہ، و بایع الشیخ رکن الدین بن شھاب الدین الدھلوی و التزم الترک و التجرید و الانزواء و الصیام و القیام فی جوف اللیل حتی بلغ رتبۃ الکمال''[۴]

ترجمہ: بعض لوگ ان کو مسعود بیگؒ اور بعض مسعود بکؒ کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اس ضمن میں یہ دلیل دیتے ہیں کہ ''بک'' بخارا کا مضافاتی علاقہ ہے۔ خواجہ مسعودؒ کے اجداد کا تعلق اس علاقہ سے تھا اور وہ یہاں سے ہجرت کر کے دہلی آ گئے تھے۔ اس علاقے کی نسبت سے ''بک'' ان کے نام کا لاحقہ بنا۔[۵]

امیرانہ زندگی سے گریز اختیار کیا تو درویش بن گئے اور جذب ومستی کی کیفیت ان پر طاری ہو گئی، حالت سکر میں رہتے تھے اور عالم جذب ومستی میں عرفان وطریقت کے اسرار ورموز فاش کر دیتے تھے۔ حضرت عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

''در سلسلۂ چشت ہیچ کس اینچنین اسرار حقیقت را فاش نگفتہ و مستی نکردہ کہ

او کرده. بگویند اشك او به حدی گرم بود که اگر بردست یکی می افتاد، می سوخت.''[۷]

ترجمہ: چشتیہ سلسلے میں ان کی طرح کسی نے اسرار حقیقت کو فاش نہیں کیا۔ کہتے ہیں کہ ان کے آنسو اتنے گرم ہوتے تھے کہ کسی کے ہاتھ پر پڑتے تو وہ جل جاتا تھا۔

خواجہ مسعود بیگ شیخ رکن الدینؒ بن شہاب الدین کے مرید تھے لیکن شیخ نصیرالدین محمودؒ چراغ دھلی (ف ۷۵۷ھ ق) کے حلقہ ارادت میں بھی رہے اور ان سے اکتساب فیض کیا۔ ۷ شیخ نصیرالدین محمودؒ خواجہ مسعود بکؒ کے دادا مرشد شیخ شہاب الدین کے پیر بھائی تھے اور دونوں حضرات خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (ف ۷۲۵ھ ق) کے تربیت یافتہ مرید اور چہیتے خلیفہ تھے۔

ان پر ہر وقت ایک قلندرانہ اور مجذوبانہ حالت طاری رہتی اور وہ اس حالت ''سکر'' میں شطحیات کہہ دیا کرتے تھے۔ وہ فلسفۂ وحدت الوجود کے حامی تھے اور ان کی مجذوبانہ گفتگو کی وجہ سے بعض علماء ان کے سخت خلاف ہو گئے تھے اور انہی علماء کے فتوی پر ان کو قتل کر دیا گیا۔ صاحبِ ''کلمات الصادقین'' لکھتے ہیں:

''بالجمله در مشرب عشق و محبت یگانهٔ وقت بود و علمای روزگار را باوی نقاری تمام. چنانچه گویند هم بفتویٰ ایشان مثل حسین منصور به قتل آمد و قبر شریف وی در راه خواجه قطب الدین در لادو سرای است پهلوی پیر بزرگوار خود.''[۸]

ترجمہ: مختصر یہ کہ مشرب عشق و محبت میں یگانۂ روزگار تھے اور ہم عصر علماء ان سے پرخاش رکھتے تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ انہی علماء کے فتوی پر انہیں حسین بن منصورؒ کی طرح قتل کیا گیا اور ان کی قبر مبارک خواجہ قطب الدینؒ کے مزار کے راستے میں لاڈوسرائے کے مقام پر اپنے مرشد کے پہلو میں ہے۔

ان کے سال شہادت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض محققین ۸۳۶ھ/۱۴۳۳ء کو درست قرار دیتے ہیں[۹] لیکن اکثر محققین اس بات پر متفق ہیں کہ انہیں ۸۰۰ھ/ ۹۸-۱۳۹۷ء میں شہید کیا گیا [۱۰] اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دریائے جمنا میں بہا دیا گیا۔[۱۱]

مصنف ''تاریخ اور تحقیق'' نے خواجہ صاحبؒ کے واقعہ شہادت کی تفصیل بحوالہ خواجہ گل محمد احمد پوری یوں دی ہے:

''منقول است از حضرت غریب پرور رضی الله عنه که روزے حضرت مسعود بك نعلین برائی شیخ خود می آورد، یکے عالمے در راه ملاقی شد، پرسید که کفش کدام کس برداشته آید؟ فرمودند که کفش حق تعالیٰ برداشته ام. علمائے ظاهر متفق شده زیر قلعه فیروزه آباد برلب جوی آنحضرت را شهید ساخته اعضاء مبارك اوراپارچه پارچه کرده در آب انداختند. بعد از وقوع این قضیه هرچند معتقدان و احبّا در آب جوی انداختند، اثرے ازان نیافتند. بعد از تردد بسیار جمیع اعضائے او جمع شده و مجسم گردیده در حجرهٔ خاص حضرت سلطان المشایخ رضی الله عنهم

در کیلوکھری یافتند، از آنجا برداشته در معبر آنجا پیران قریب مقام خواجه قطب الاسلام بختیار اوشی در لادوسرای مدفون ساختند. چون این خبر بحضرت شیخ رسید، قاضی را فرمودند که بکدام مسئله شهید کرده اند؟ قاضی گفت که حق تعالیٰ را پائی ثابت کرده بود. حضرت شیخؒ فرمود که اضافت برای ادنیٰ ملابست درست است. شما پرسیده بود کفش که؟ گفت: کفش خدائے تعالیٰ برائے مالکیت. حق تعالیٰ می گفت که: للّٰہ مافی السمّوات والارض۔ حق تعالیٰ را لابس کفش می گفت. قاضی از جواب عاری شد، پس آنحضرت را جوش آمد، فرمودند: ای روسیاه. فی الحال روئے قاضی سیاه و حالش تباه گردید.''[۱۲]

ترجمہ: حضرت غریب پرورؒ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت مسعود بکؒ اپنے مرشد کے جوتے اُٹھائے ہوئے لا رہے تھے تو راستے میں ایک عالم سے ملاقات ہوگئی۔اس نے استفسار کیا کہ کس کے جوتے اُٹھائے ہوئے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے۔اس جواب پر علمائے ظاہر نے متفق ہوکر فیروز آباد قلعہ کے قریب ندی کنارے ان کو شہید کر کے ان کے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور پانی میں پھینک دیا۔اس حادثے کے بعد ان کے ارادت مندوں اور چاہنے والوں نے ان کو ندی میں بہت تلاش کیا،لیکن کچھ بھی نہ ملا۔بہت تگ ودو کی،اس کے بعد ان کے اعضاء جمع ہوکر دوبارہ جسم کی صورت میں حضرت سلطان المشائخؒ کے حجرۂ خاص واقع کیلوکھری میں پائے گئے۔وہاں سے انہیں حضرت خواجہ قطب الاسلام بختیار اوشیؒ کے مزار کے قریب لاڈوسرائے میں دفن کر دیا گیا۔جب یہ خبر حضرت شیخؒ کو ملی تو قاضی سے پوچھا کہ انہیں کس جرم میں شہید کیا گیا ہے؟ قاضی نے جواب دیا کہ انہوں نے حق تعالیٰ کے پاوں کی بابت کہا تھا۔حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ اضافت بہ ادنیٰ ملابست جائز ہے۔تم نے پوچھا تھا کہ کس کے جوتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے۔حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اللہ کا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ سے جوتوں کی ملکیت کا التباس کر رہا تھا۔قاضی جواب نہ دے سکا۔حضرت جوش میں آ گئے اور فرمایا: اے کالے منہ والے۔قاضی کا چہرہ فوراً سیاہ ہوگیا اور وہ تباہ و برباد ہوگیا۔

خواجہ مسعودؒ بہت اچھے شاعر تھے اور اشعار میں مسعود تخلص کرتے تھے۔ان کا دیوان قصائد،غزلیات اور رباعیات پر مشتمل ہے[۱۳] جو خواجہ نصیر الدین محمودؒ کی اجازت سے مکمل کیا۔[۱۴] زیادہ تر قصائد اپنے مرشد شیخ رکن الدینؒ کی مدح میں لکھے ہیں، کچھ قصائد حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کی مدح سرائی پر مشتمل ہیں، ان کے کلام میں وجودی اثر نمایاں اہمیت کا حامل ہے، مثال کے طور پر:

رفت ز مسعود بك جملہ صفات بشر
چونکہ همہ ذات بود باز همان ذات شد[۱۵]

یعنی مسعود بک کی تمام بشری صفات ختم ہوگئیں چونکہ سب کچھ ذات واحد تھی اس لیے پھر سے وہ ذات واحد بن گیا۔

صاحبِ ''نزھۃ الخواطر'' نے ان کی درج ذیل غزل نقل کی ہے:

هر دم بگمان رفتم یارب که منم یا او
کامیخته ایم از جان او بامن و من با او
این کشته هجران را گشت است خیالش جان
چون پیك اجل آید از تن چه رود با او
سخت است ز بیداری این دیدهٔ شب پیما
آسوده بخسپیم گر بر دیده نهد پا او
سوزم چو سپند این جان من از پی چشم بد
هر گه که کند جلوه پیشم رخ زیبا او
بی صورت موزونش چون زنده توان ماندن
مائیم همه تنها جان همه تنها او
گشت است بسی جانها از طرهٔ او غارت
برده است بسی دلها از غمزه بیغما او
هر لحظه کند جلوه در دل بدگر صورت
هر کس بتماشائی ماراست تماشا او
مسعود ازین خلوت کن معذرتی جان را
زیرا که بدل ما را کرد است کنون جا او [۱۶]

ترجمہ: یعنی مجھے ہر لمحے اپنے رب پر گمان ہوا کہ یہ میں ہوں یا وہ، کہ میں اس میں اور وہ مجھ میں جذب ہو چکا ہے (دوئی نہیں رہی)۔ اِس ہجر زدہ عاشق کے لیے اس کا خیال جان کی صورت اختیار کر گیا ہے، جب موت کا قاصد آئے گا تو وہ میرے جسم سے کیا لے کے جائے گا۔ بیداری کی وجہ سے میری آنکھوں کا رت جگا میرے لیے باعث تکلیف ہے۔ اگر وہ ان آنکھوں پر اپنے قدم رکھے تو میں سکون کی نیند سو جاؤں۔ جب محبوب کے رخِ زیبا پر میری نظر پڑتی ہے تو میں اس کو چشم بد سے بچانے کے لیے ہرمل کے دانے کی طرح جل جاتا ہوں۔ اس کے حسین چہرے کے بغیر کیسے زندہ رہا جا سکتا ہے۔ ہم سب کے سب تنہا ہیں اور سب کی جان اس ''واحد'' میں ہے۔ اس کے طرۂ زلف نے بہت سی جانیں لوٹ لی ہیں اور بہت سے دلوں کو اس نے اپنی اداؤں سے چھین لیا ہے۔ وہ ہر لمحے دل میں ایک نئے انداز سے جلوہ گر ہوتا ہے، ہر شخص کسی نہ کسی تماشا کو دیکھنے میں مشغول ہے، ہمارے لیے تو اس کی ذات ہی نظارہ ہے۔ اے مسعود اب اس تنہائی کے ہاتھوں اپنی جان سے معذرت طلب کر اس لیے کہ اب اس نے ہمارے دل میں اپنی جگہ بنالی ہے۔ ان کی ایک رباعی:

گـــر از خـــودی خـــویـــش بـــرون آئـــی تـــو
در پــــردۂ تــــوحیــــد درون آئــــی تــــو
ور از روشِ چــــون و چــــرا در گــــذری
از خــــود شــــده بــــی چــــرا و چــــون آئــــی تــــو

ترجمہ: اگر تو اپنی انا کے خول سے باہر آ جائے اور (اپنی ذات کو فنا کر کے) توحید کے پردے میں آ جائے۔ اگر تو چون وچرا (کیوں اور کیسے) کی روش کو چھوڑ دے تو اپنے آپ کو فراموش کر کے ہر مخمصے سے نجات پا جائے گا۔

ان کی تصنیف ''مرآت العارفین'' تصوف کے موضوع پر اہم کتاب شمار ہوتی ہے۔ اس کی نثر رواں ہے اور یہ عرفان کی تین اقسام پر مشتمل ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ علم الیقین	۲۔ عین الیقین	۳۔ حق الیقین

اس کتاب کے چودہ ابواب ہیں۔ ہر باب کو ''کشف'' سے موسوم کیا گیا ہے، ابواب کی ترتیب مندرجہ ذیل ہے [۱۷]:

۱۔ درحقیقت وجود، نکتہ درفنا و بقا	۲۔ حقیقت توحید، نکتہ در محو و اثبات
۳۔ حقیقت معرفت، نکتہ درصحو و سکر	۴۔ حقیقت محبت، نکتہ درغیب و شہود
۵۔ حقیقت غیریت، نکتہ در سر و تجلی	۶۔ حقیقت غربت، نکتہ در جمع و تفرقہ
۷۔ حقیقت وصل، نکتہ در شرب و ذوق	۸۔ حقیقت کلام، نکتہ در کشف خواطر
۹۔ حقیقت رؤیت، نکتہ در نوم و یقظہ	۱۰۔ حقیقت صفوت، نکتہ در قبض و بسط
۱۱۔ حقیقت ارادہ، نکتہ در سلوک و جذبہ	۱۲۔ حقیقت ولایت، نکتہ در خوارق
۱۳۔ حقیقت سماع، نکتہ در وجد و وجود	۱۴۔ حقیقت روح، نکتہ در مبداء و معاد

اس کا آغاز یوں ہوتا ہے:

''الحمدللّٰہ الذی خلق آدم علی صورته و تلاتل فی لوح وجوده سر صورته...... امابعد، بدانکه لسان وقت ناطق است و عین غیب شاهد''۔

شیخ عبدالحقؒ محدث دھلوی لکھتے ہیں کہ اس کتاب میں اس قدر معارف بیان ہوئے ہیں کہ کسی اور کتاب میں نہیں۔[۱۸] انداز بیان میں بایزید بسطامیؒ (ف ۱۳۸ھ ق) کے شطحیات اور ابن عربی (ف ۲۶۴ھ ق) کے فلسفیانہ اسلوب کا رنگ جھلکتا ہے۔[۱۹]

اس کے دو خطی نسخے نیشنل میوزیم کراچی میں شمارہ ۴۰-۹۵-۱۹۶۱.N.M اور شمارہ ۱۵۸-۱۹۶۵ .N.M، ایک نسخہ اسلام آباد میں کتابخانہ گنج بخش میں شمارہ ۱۶۱۷ کے تحت، علاوہ ازین دو نسخے کراچی میں نجی ملکیت میں موجود ہیں۔[۲۰]

خواجہ مسعود بکؒ کے دیگر آثار میں یوسف زلیخا اور نکات العاشقین کے نام بھی ملتے ہیں۔[۲۱]

حواشی:

۱۔ احمد منزوی: فہرست مشترک نسخہ ھای خطی فارسی پاکستان، جلد سوم، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۳۶۳ش/۱۹۸۴م، ص ۱۲۸۷

۲۔ سعید نفیسی: تاریخ نظم ونثر در ایران و در زبان فارسی، جلد دوم، انتشارات فروغی، تہران، ۱۳۶۳ش، ص ۷۷۲

۳۔ آفتاب رائے لکھنوی، تذکرہ ریاض العارفین، جلد دوم، مصحح پیر سید حسام الدین راشدی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۲ء، ص ۲۰۱

۴۔ عبدالحیی بن فخر الدین الحسینی: نزھۃ الخواطر، جلد سوم، طیب اکادمی، بیرون بوھر گیٹ، ملتان، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱م، ص ۶۵

۵۔ انوشہ، حسن: دانشنامہ ادب فارسی (ادب فارسی در شبہ قارہ) جلد چہارم، وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی، تہران، ۱۳۸۰ش، ص ۲۳۴۸

۶۔ عبدالحق محدث دھلوی، شیخ: اخبار الاخیار، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، سنہ ندارد، ص ۱۶۹

۷۔ محمد باقر، ڈاکٹر: تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، جلد سوم (فارسی ادب، اول)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۷۱م، ص ۱۱۷

۸۔ محمد صادق دہلوی کشمیری ہمدانی: کلمات الصادقین، مصحح دکتر محمد سلیم اختر، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۸م، ص ۹۸

خلیق احمد نظامی: سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، نگارشات، ۲۴ ٹمپل روڈ لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۴۱۲

۹۔ عبدالحیی بن فخر الدین الحسینی: نزھۃ الخواطر، جلد سوم، ص ۶۶

انوشہ، حسن: دانشنامہ ادب فارسی (ادب فارسی در شبہ قارہ) جلد چہارم، ص ۲۳۴۸

۱۰۔ سعید نفیسی: تاریخ نظم ونثر در ایران و در زبان فارسی، جلد دوم، ص ۷۷۲

عارف نوشاہی: فہرست نسخہ ھای خطی فارسی موزۂ ملی پاکستان، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۳۶۲ش/۱۹۸۳م

۱۱۔ محمد باقر، ڈاکٹر: تاریخِ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، جلد سوم، ص ۱۱۷

۱۲۔ شروانی، الطاف حسین خان: تاریخ اور تحقیق، نصرت پبلشرز، امین آباد، لکھنؤ، سنہ ندارد، ص ۱۴۴

۱۳۔ سعید نفیسی: تاریخ نظم ونثر در ایران و در زبان فارسی، جلد دوم، ص ۷۷۳

۱۴۔ محمد باقر، ڈاکٹر: تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، ص ۱۱۷

۱۵۔ محمد صادق دھلوی کشمیری ہمدانی: کلمات الصادقین، مصحح دکتر محمد سلیم اختر، ص۹۹
۱۶۔ عبدالحیی بن فخر الدین الحسینی: نزھۃ الخواطر، جلد سوم، ص۶۶
۱۷۔ ایضاً، ص۱۸۹۲
۱۸۔ ایضاً، ص۱۸۹۲
۱۹۔ محمد باقر، ڈاکٹر: تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، جلد سوم، ص۱۱۷
۲۰۔ احمد منزوی: فہرست مشترک نسخہ ھای خطی فارسی، جلد سوم، ص۱۸۹۲
۲۱۔ انوشہ، حسن: دانشنامہ ادب فارسی (ادب فارسی در شبہ قارہ)، ج چہارم، ص۲۳۴۸

مآخذ:

۱۔ آفتاب رائے لکھنوی، تذکرہ ریاض العارفین، جلد دوم، مصحح پیر سید حسام الدین راشدی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۲ء۔
۲۔ احمد منزوی: فہرست مشترک نسخہ ھای خطی فارسی پاکستان، جلد سوم، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۳۶۳ش/۱۹۸۴م۔
۳۔ انوشہ، حسن: دانشنامہ ادب فارسی (ادب فارسی در شبہ قارہ) جلد چہارم، وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی، تہران، ۱۳۸۰ش۔
۴۔ خلیق احمد نظامی: سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، نگارشات، ۳ٹمپل روڈ لاہور، ۱۹۹۰ء۔
۵۔ سعید نفیسی: تاریخ نظم ونثر در ایران و در زبان فارسی، جلد دوم، انتشارات فروغی، تہران، ۱۳۶۳ش۔
۶۔ شروانی، الطاف حسین خان: تاریخ اور تحقیق، نصرت پبلشرز، امین آباد، لکھنؤ، سنہ ندارد۔
۷۔ عارف نوشاہی: فہرست نسخہ ھای خطی فارسی موزۂ ملی پاکستان، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۳۶۲ش/۱۹۸۳م۔
۸۔ عبدالحق محدث دھلوی، شیخ: اخبار الاخیار، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، سنہ ندارد۔
۹۔ عبدالحیی بن فخر الدین الحسینی: نزھۃ الخواطر، جلد سوم، طیب اکادمی، بیرون بوھر گیت، ملتان، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱م۔
۱۰۔ محمد باقر، ڈاکٹر: تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، جلد سوم (فارسی ادب، اول)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۷۱م۔
۱۱۔ محمد صادق دہلوی کشمیری ہمدانی: کلمات الصادقین، مصحح دکتر محمد سلیم اختر، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۸م۔